© rasailojaraid.com

مرض الموت کے تصرفات واحکام

(مفتی نسیم احمد)

مرض الموت کی تعریف

ایسی بیماری کو کہا جاتا ہے جس میں انسان کی موت کا غالب گمان ہوتا ہے، اس بیماری کی حالت میں انسان اپنے مصالح اور ضروریات کی تکمیل کیلئے گھر سے نکلنے سے عاجز اور قاصر رہتا ہے، اور اگر عورت مریضہ ہو تو وہ اندرونِ خانہ اپنے فرائض کی ادائے گی سے قاصر ہوتی ہے اگر مرض کی حالت یکساں طور پر باقی رہے مریض صحتیاب نہ ہو اور اسی حالت میں مکمل ایک سال گذر جائے تو ایسا مریض تندرست انسان کے حکم میں ہوگا اور اس کے تصرفات درست قرار پائیں گے، البتہ پھر جب اس کے مرض میں شدت آجائے اور اس کی حالت بدلنے لگے تو مریض کے حکم میں ہوگا[1]

مرض الموت میں دو چیزوں کا پایا جانا ضروری ہے:

(۱) عادۃً اس بیماری میں موت کا گمان غالب ہوتا ہے۔

(۲) اس بیماری میں متصلاً موت پائی جائے چاہے موت کسی ظاہری سبب سے آئے یا کسی اور سبب سے۔

علامہ سنہوری نے مرض الموت کے تحقق کیلئے تین شرطیں ذکر کی ہیں:

(۱) اس مرض میں مریض اپنے مصالح اور فرائض کی ادائے گی سے معذور ہو جائے۔

(۲) اس مرض میں موت کا غالب اندیشہ ہو۔

---

[1] مجلۃ الاحکام المادۃ: ۱۵۹۵/ ۔

☆الاصل براۃ الذمہ ☆ بنیادی طور پر ذمہ سے بری ہونا مقصود ہے☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۳) وہ بیماری موت ہی کے ساتھ ختم ہو لے

مرض الموت کے تصرفات

(۱) خرید وفروخت :

بنیادی طور پر مرض الموت میں خرید وفروخت کی حسب ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں :

(الف) مریض مقروض ہے یا نہیں ؟

(ب) خریدار اس کا وارث ہے یا نہیں ؟

(ج) سامان کو اس کی اصلی قیمت کے عوض فروخت کیا گیا یا کمی بیشی کے ساتھ۔

الف (۱)۔ خریدار اجنبی ہو اور مریض مقروض نہ ہو اس کی بھی حسب ذیل صورتیں ہوں گی :

۱۔ مریض نے اصلی قیمت پر یا معمولی فرق کے ساتھ سامان فروخت کیا تو ایسی صورت میں معاملہ درست ہوگا، اس لیے کہ اس نے اپنے حق کا استعمال کیا ہے اور اس میں کسی کا بھی ضرر ونقصان نہیں ہے، المجلّہ میں ہے :

"اذا باع المریض فی مرض موتہ شیئاً لاجنبي بثمن المثل صح بیعہ" [۲]

"اگر مریض نے مرض الموت میں کوئی چیز کسی اجنبی شخص کے ہاتھ اصلی قیمت پر فروخت کیا تو بیع کا معاملہ درست ہوگا"

۲۔ مریض نے سامان کو اصلی قیمت سے بہت کم قیمت پر فروخت کیا، اس کی بھی دو صورتیں ہوں گی ؛

الف۔ وہ قیمت مریض کے ایک تہائی ترکہ سے کم ہو، ایسی صورت میں اگر خریدار یہ ثابت کردے کہ اس نے مریض کو سامان کی قیمت ادا کردی تھی مگر مریض کی موت کے وقت سامان کی قیمت اصلی قیمت سے کم ہو مگر ایک تہائی کے اندر ہو تو یہ معاملہ درست اور نافذ قرار پائے گا، اور اسکے جواز کیلئے ورثہ کی اجازت کی بھی ضرورت نہیں ہوگی، اس لیے کہ ایک تہائی مال میں مرض الموت میں بھی مریض کو تصرف کرنے کا اختیار حاصل رہتا ہے۔

---

[۱] تصرفات المریض مرض الموت/ ۲۹ [۲] شرح المجلۃ المادۃ ۳۹۳ / ۲۲۱۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

المجلہ میں ہے:

"اذا باع المریض فی مرض موتہ شیئًا من اجنبی بثمن المثل صح بیعہ وان باع بدون ثمن المثل و سلم المبیع کان بیعہ بیع محاباۃ یعتبر من ثلث مالہ فان کان الثلث وافیًا بہا صح" [1]

ب:- وہ قیمت مریض کے ایک تہائی ترکہ سے زیادہ ہو تو ایسی صورت میں ایک تہائی ترکہ کی حد تک تو معاملہ درست قرار پائے گا، البتہ ایک تہائی سے زیادہ والے حصہ میں اہل تبرع ورثہ کی اجازت ہی سے معاملہ درست قرار پائے گا اور یہ اجازت اسی وقت معتبر ہوگی جب کہ مورث کی موت کے بعد دی گئی ہو، اس کی زندگی میں ورثہ کی طرف سے دی جانے والی اجازت کا اعتبار نہیں ہوگا، اگر تمام وارثین نے اجازت نہیں دی تو صرف اجازت دینے والے ورثہ ہی کے حق میں معاملہ درست ہوگا، ورثہ کی طرف سے اجازت نہ ملنے کی صورت میں مشتری کیلئے ثمن مثل کی ادائے گی ضروری ہوگی، عدم ادائے گی کی صورت میں ورثہ کو بیع کے فسخ کرنے کا حق حاصل ہوگا [2]

۳- مریض نے مرض الموت میں غبن فاحش کے ساتھ سامان فروخت کیا مثلاً جس سامان کی قیمت ایک ہزار روپے تھی اسے صرف پانچ سو روپے میں فروخت کر دیا تو ایسی صورت میں بھی صرف ایک تہائی ترکہ کی حد تک معاملہ درست قرار پائے گا، مرشد الحیران میں ہے:

"مریض نے مرض الموت میں اجنبی شخص کے ہاتھ کسی سامان کو اصل قیمت سے کم پر غبن فاحش کے ساتھ فروخت کر دیا تو یہ "محاباۃ" کی صورت ہوگی اور اس مریض کے ایک تہائی ترکہ کی حد تک معاملہ درست قرار پائے گا پس اگر یہ معاملہ صرف ایک تہائی مال کی حد تک ہو تو بیع جائز و لازم ہوگی اور ایک تہائی مال سے زیادتی کی صورت میں مشتری کو اختیار ہوگا ایک ثلث سے زائد قیمت ورثہ کے حوالہ کر دے یا معاملہ کو ختم کر دے" [3]

---

[1] شرح المجلۃ، المادۃ (۳۹۴) / ۲۲۲ [2] حوالہ بالا۔

[3] مرشد الحیران، المادہ / ۲۶۶۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(الف) ـــــ مریض مقروض ہو اور اس نے کسی اجنبی کے ساتھ خرید و فروخت کا معاملہ کیا ہو اس کی بھی بنیادی طور پر دو صورتیں ہوں گی :

(۱) دین اس کے سارے مال و جائداد کو محیط ہو یا محیط نہ ہو۔

(۲) خرید و فروخت کا معاملہ اصلی قیمت پر کیا گیا ہو یا غبن یسیر یا غبن فاحش کے ساتھ۔

ا ـــــ اگر مریض نے مرض الموت میں کسی اجنبی کے ہاتھ سامان اصلی قیمت پر فروخت کیا اور دین اس کے سارے مال پر حاوی نہ ہو تو ایسی صورت میں چوں کہ صاحبِ دین کا کوئی نقصان نہیں ہے اس لیے یہ معاملہ درست قرار پائے گا؛ مجلہ میں ہے :

"اذا باع المریض فی مرض موتہ شیئاً لاجنبی بثمن المثل صح بیعہ"۔[1]

اسی طرح غبن یسیر کی صورت میں بھی معاملہ درست قرار پائے گا، مرشد الحیران میں ہے :

"مرض الموت میں مریض کیلیے سامان کی فروختگی اصلی قیمت یا غبن یسیر کے ساتھ جائز ہے اور عدم استغراق دین کی صورت میں غبنِ یسیر کو "محاباۃ" قرار نہیں دیا جائے گا،"[2]

غبن فاحش کی صورت میں جب کہ مریض کا دین اس کے ترکہ کو مستغرق ہو تو ایسی صورت میں غرماء (اصحاب دیون) کیلئے اس معاملہ کو فسخ کردینے کا حق حاصل ہوگا، البتہ اگر خریدار قیمت میں اضافہ کردے یا خود بائعِ غبن فاحش کو دور کردے تو بیع کا معاملہ درست قرار پائے گا، فتاوی خیریہ میں ہے :

"اور اگر بائع کے ذمہ دین ہو جو اس کے ترکہ کو محیط ہو تو محاباۃ کی صورت جائز نہیں ہوگی اور بیع درست قرار پائے گی چاہے یہ محاباۃ غبن یسیر کے ساتھ ہو یا غبن فاحش کے ذریعہ پس اس صورت میں خریدار یا تو اس کی قیمت پوری کی پوری ادا کرے گا یا معاملہ ختم کردے گا، اس لیے کہ دین کی ادائے گی تقسیم وراثت پر مقدم ہے۔"[3]

(ب) ـــــ مرض الموت میں سامان فروخت کرنے کی دوسری صورت یہ ہے کہ خریدار بائع کا وارث ہو، اور وارث سے مراد وہ شخص ہے جو مورث کی وفات کے وقت وارث ہو، اس کی تین صورتیں

---

[1] شرح المجلۃ المادۃ (۳۹۴) / ۲۲۲ [2] مرشد الحیران المادۃ / ۲۶۵ [3] الفتاوی الخیریۃ ۱/ ۲۳۰۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوں گی :

۱۔ سامان کی فروختگی اصلی قیمت پر کی جائے ۔

۲۔ سامان کی فروختگی اصلی قیمت سے زائد پر کی جائے ۔

۳۔ سامان کی فروختگی اصلی قیمت سے بہت کم پر کی جائے ۔

۲-۱۔ پہلی اور دوسری صورت میں جبکہ سامان کی فروختگی اصلی قیمت یا اس سے زائد قیمت پر کیجائے حضرت امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ صورت دفعاً للتہمۃ جائز نہیں ہے مگر ائمۂ احناف اس کے جواز کے قائل ہیں ، فتویٰ امام ابوحنیفہ کے قول پر ہے ، مجلّہ میں ہے :

"اگر مرض الموت میں کسی شخص نے اپنا مال اپنے کسی وارث کے ہاتھ فروخت کیا تو یہ معاملہ دیگر ورثہ کی اجازت پر موقوف ہوگا ، اگر سارے ورثہ نے مریض کی موت کے بعد اجازت دیدی تو بیع نافذ ہو جائے گی اور اگر ورثہ نے اجازت نہیں دی تو بیع نافذ نہیں ہوگی"[۱]

مرشد الحیران میں ہے :

"مرض الموت میں مریض کے بیع کا نفاذ ورثہ کی اجازت پر موقوف ہوگا جبکہ بیع کا معاملہ خود وارث کے ساتھ کیا جائے ، اگرچہ بیع سامان کی اصل قیمت پر کی جائے ، پس اگر ورثہ نے اجازت دیدی تو بیع نافذ ہوگی ورنہ بیع باطل ہوگی" [۲]

۳۔ تیسری صورت میں جب کہ مرض الموت میں مریض اپنے کسی وارث کے ہاتھ سامان کو اصلی قیمت سے کم قیمت پر فروخت کرے تو یہ صورت "محاباۃ" قرار پائے گی ، فقہاء کا اس کے عدم جواز پر اتفاق ہے ، کیوں کہ یہ وارث کے حق میں "وصیت" قرار پائے گی ، اور وارث کیلئے وصیت درست نہیں ہے البتہ اگر ورثہ اس بیع پر رضامند ہو جائیں تو یہ صورت درست قرار پائے گی ، حنابلہ کے نزدیک اس میں تین اقوال ہیں :

۱۔ محاباۃ کی مقدار میں بیع کا معاملہ باطل قرار پائے گا ، باقی میں درست قرار پائے گا ، اسے فقہ حنبلی کا مذہب صحیح قرار دیا گیا ہے ۔

---

[۱] شرح المجلہ المادۃ ۳۹۳/۲۲۱ [۲] مرشد الحیران المادۃ ۲۶۴

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۲۔۔۔ سرے سے یہ معاملہ ہی باطل قرار پائے گا، "محرر" میں اسی قول کو اختیار کیا گیا ہے۔

۳۔۔۔ خریدار کو اختیار ہوگا کہ چاہے تو پورے سامان کی اصلی قیمت کا جو حصّہ باقی رہ گیا ہے اسے ادا کردے یا پھر معاملہ کو ختم کردے [1]

۲۔۔۔ اجارہ

بنیادی طور پر اس میں تین مباحث ہیں :

۱۔۔۔ اجارہ میں وراثت جاری ہوگی یا نہیں ؟

۲۔۔۔ مریض کے اجارہ کی شرعی حیثیت کیا ہوگی ؟

۳۔۔۔ کیا موت سے اجارہ باطل ہوجاتا ہے، چاہے موجر کی موت ہو یا مستاجر کی ؟

۱۔۔۔ کسی معلوم منفعت کے مقابلہ میں کسی متعین عوض سے معاملہ کرنے کو شریعت اسلامی کی اِصطلاح میں "اجارہ" کہا جاتا ہے، اجارہ میں ایک جانب سے منفعت ہوتی ہے جس کے عوض کسی بدل کا ہونا ضروری ہے، اب رہا یہ سوال کہ اجارہ میں شرعی اعتبار سے وراثت جاری ہوگی یا نہیں مثلاً ایک شخص نے اپنا مکان کسی شخص کو کرایہ پر دے رکھا تھا یا اس نے کسی کا مکان کرایہ پر لے رکھا تھا اسی دوران اس کا انتقال ہوگیا تو اس کے ورثہ اس کا قائم مقام ہوکر اجارہ کے معاملہ کو مدّت اجارہ تک برقرار رکھنے کے مجاز ہوں گے یا نہیں، اس سلسلہ میں بنیادی طور پر دو نقطہائے نظر پائے جاتے ہیں :

(۱) پہلا نقطۂ نظر: حضرتؒ امام ابوحنیفہ اور ان کے ہم مسلک فقہاء کی رائے یہ ہے کہ اجارہ "منافع" پر کیا جاتا ہے لہذا جب تک اجارہ محض منافع مجردہ پر رہے گا چاہے اجارہ کسی متعینہ مدّت کیلئے ہو یا مدت کی تعین کے بغیر ہو اس میں وراثت جاری نہیں ہوگی، البتہ اگر اجارہ کا تعلق کسی شئی کی ذات سے ہوجائے اور اجارہ کے نتیجہ میں کرایہ دار کو اس شئی کی ذات پر حق تملک حاصل ہوجائے تو اس حق تملک میں وراثت جاری ہوگی، لہذا حنفی نقطۂ نظر سے کرایہ دار یا مالک میں سے کسی کے انتقال کی صورت میں عقد اجارہ ختم ہوجائے گا۔

(۲) دوسرا نقطۂ نظر: اس سلسلہ میں دوسرا نقطۂ نظر جمہور علماء کا یہ ہے کہ اجارہ میں بھی وراثت جاری ہوگی،

---

[1] الانصاف ۷/۱۷۲ ۔ المحرر ۱/۳۷۹ ۔ المغنی لابن قدامہ حنبلی ۶/۱۵۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور فریقین میں سے کسی کے انتقال کی صورت میں عقد اجارہ ختم نہیں ہوگا بلکہ مرنے والے فریق کے ورثہ اپنے مورث کے قائم مقام قرار پائیں گے اور اجارہ کا سلسلہ باقی رہے گا، دکتور وہبۃ الزحیلی نے اس کو جمہور کا مسلک قرار دیا ہے، [1]

شرح البہجہ میں ہے:

"ویعتبر الجمهور المنافع، ومنها الاجارة - مما تورث" [2]

جمہور علماء منافع (اسی کے قبیل سے اجارہ ہے) میں وراثت جاری ہونے کے قائل ہیں

۲۔ مریض کے اجارہ کی شرعی حیثیت:

اگر مریض نے اپنی ذات کو اجرت لے کر اجیر بنایا یا اپنی کوئی چیز کرایہ پر دی اور اجرت میں متعین کی گئی چیز "اجرت مثل" سے کم متعین کی گئی تو حنفیہ کے نزدیک اس کے تمام مال میں اس کا اعتبار کیا جائے گا، صرف تہائی ترکہ کی حد تک اسے محدود نہیں رکھا جائے گا، جامع الفصولین میں ہے:

"تبرع المريض بالمنافع يعتبر من كل ماله فلو اجر مريض بيته بدون اجر المثل لا يعتبر من الثلث اذ لو اعارها جاز" [3]

منافع کے ذریعہ مریض کا تبرع اس کے سارے مال میں سے معتبر ہوگا پس اگر مریض نے اپنا گھر کسی شخص کو "اجرت مثل" سے کم اجرت پر دیدیا تو صرف ایک تہائی کی حد تک معتبر نہیں ہوگا اس لیے کہ اگر وہ اس مکان کو عاریت کے طور پر دیدیتا تو پورے مکان کا دینا درست قرار پاتا۔

علامہ ابن عابدین نے تحریر کیا ہے:

"اگر مریض نے اجرت مثل سے کم پر اپنا مکان کسی شخص کو کرایہ پر دیدیا تو فقہاء نے ذکر کیا ہے کہ عقد اجارہ اس کے پورے مال میں درست قرار پائے گا، صرف ایک تہائی ترکہ کی حد ہی میں معتبر نہیں ہوگا" [4]

---

[1] الفقہ الاسلامی وادلتہ ۴/۷۸۱ [2] شرح البہجۃ ۳/۳۱۶ [3] جامع الفصولین ۲/۲۴۶ [4] رد المحتار لابن عابدین ۶/۶۸۰۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حنفیہ کے نزدیک مریض کے اجارہ اور استجارہ میں کوئی فرق نہیں ہے، شافعیہ کے نزدیک دونوں صورتوں میں فرق کیا گیا ہے، اگر کسی مریض نے اجرت مثل سے کم اجرت پر اپنی ذات کو اجیر رکھا تو اس صورت میں اس کمی کو ثلث ترکہ میں محسوب نہیں کیا جائے گا، کیوں کہ اس صورت میں اجرت مثل یا اس سے زیادہ اجرت کے حصول سے امتناع پایا گیا، کسی کے حق کو ضائع کرنا نہیں پایا گیا، اس کے مال میں تو اس کے ورثہ کا حق ہے، مگر اس کی محنت و عمل میں نہیں لیکن اگر مریض نے اپنی کسی چیز کو اجرت مثل سے کم پر کرایہ پر دیدیا تو یہ صرف ایک تہائی ترکہ کی حد تک معتبر ہوگا، اس سے زیادہ میں اجارہ کا معاملہ درست نہیں ہوگا[1]۔

امامیہ کا بھی یہی مسلک ہے۔

۳ ــــــ کیا موت سے اجارہ باطل ہو جائے گا؟

حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ موت سے اجارہ ختم ہو جاتا ہے، لہذا اجیر یا مستاجر کی موت کی صورت میں اس میں وراثت جاری ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے، علامہ ابن عابدین نے تحریر کیا ہے:

"إن الاجارة تنفسخ بالموت فلا يتصور التعلق بعده"[2]

البتہ اگر اجارہ کو فسخ کرنے کی صورت میں فریقین میں سے کسی کو ضرر لاحق ہوتا ہو تو ایسے عذر کی وجہ سے اجارہ کو باقی رکھا جائے گا، اور کسی ایک فریق کی موت سے اجارہ فسخ نہیں ہوگا، مثلاً ایک شخص نے کرایہ پر زمین لی تاکہ اس میں کاشت کرے، جب غلّہ تیار ہونے کا وقت آیا تو فریقین میں سے کسی کا انتقال ہو گیا تو ایسی صورت میں غلّہ تیار ہونے کے وقت تک اجارہ کا معاملہ باقی رکھا جائے گا اور مرنے والے کے ورثہ اپنے مورث کے قائم مقام قرار پائیں گے[3]۔

جمہور علماء کے نزدیک اجارہ ان اموال کے قبیل سے ہے جن میں وراثت جاری ہوتی ہے لہذا فریقین میں سے کسی کی موت کی صورت میں اجارہ فسخ نہیں ہوگا، بلکہ مرنے والے فریق کے ورثہ اپنے مورث کے قائم مقام قرار پائیں گے اور اجارہ کا معاملہ قائم رہے گا اور اس اجارہ کی منفعت وارث

---

[1] شرح الانصاری ۱۲/۴ [2] رد المحتار ۶۸۰/۴ [3] تاثیر موت الخفیف /۷۸

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کو وراثت کے طور پر ملتی رہے گی، کرایہ دار کی وفات کی صورت میں مدت اجارہ کے اندر کرایہ پر لی ہوئی چیز (شئی مستاجرہ) اس کے ورثہ کے قبضہ وتصرف میں رہے گی تاکہ وہ اس سے منفعت حاصل کرے[1]۔

امامیہ کا مسلک بھی یہی ہے کہ متعاقدین میں سے کسی کی موت سے اجارہ کا معاملہ ختم نہیں ہوگا بلکہ مرنے والے فریق کے ورثہ اس کے قائم مقام قرار پائیں گے، البتہ اس میں سارے فقہاء کا اتفاق ہے کہ اگر اجارہ کا معاملہ کسی جاندار مخلوق سے متعلق ہو تو اس کی موت سے اجارہ ختم ہو جائے گا، مثلاً اجرت پر دائی رکھی گئی یا سواری یا باربرداری کیلئے جانور اجرت پر لیا گیا تو دائی اور جانور کی موت کی صورت میں چوں کہ محل منفعت ہی باقی نہیں رہتا ہے اس لیے اجارہ ختم ہو جائے گا۔

۳۔ نکاح

بنیادی طور پر حالت مرض میں نکاح کرنے کی صورت میں حسب ذیل مباحث زیر بحث آئیں گے:

(۱) کیا مریض اور تندرست کے نکاح میں شرعی نقطہ نظر سے کوئی فرق ہوگا؟

(۲) مریض نے حالت مرض میں مہر مثل پر نکاح کیا۔

(۳) مریض نے حالت مرض میں مہر مثل یا اس سے زیادہ پر نکاح کیا۔

(۴) نکاح کے بعد دخول پایا گیا یا دخول نہیں پایا گیا۔

۱۔ مرض الموت میں کیے گیے نکاح کا شرعی حکم:

حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک مریض کیلئے بھی شرعاً نکاح کی اجازت ہے، ان حضرات کے نزدیک حالت مرض میں کیا جانے والا نکاح جائز و نافذ قرار پائے گا، ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ نکاح ایک شرعی اور معاشرتی ضرورت ہے اور انسان کی ضرورت اصلیہ میں داخل ہے بلکہ حالت مرض میں مریض نکاح کی ضرورت کا زیادہ شدت سے احساس کرتا ہے، کیوں کہ وہ اپنی ضروریات کی تکمیل کیلئے کسی سہارے کا محتاج ہوتا ہے اور بیوی سے بہتر اسے کوئی سہارا، مددگار اور غمگسار نہیں مل سکتا ہے لہذا حالت مرض میں کیا جانے والا نکاح شرعاً جائز و درست قرار پائے گا[2]۔

---

[1] نہایۃ المحتاج ۴/۲۳۰ [2] بدائع ۷/۲۲۵ ۔ مبسوط سرخسی ۱۸/۳۰، الام ۴/۳۱، الافصاح ۲/۱۹۸

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ظاہریہ، زیدیہ اور امامیہ کا بھی یہی مسلک ہے، مالکیہ کے نزدیک مرض الموت میں کیا جانے والا نکاح جائز نہیں ہے، مدونہ میں حضرت امام مالکؒ سے نقل کیا گیا ہے:

"اگر کسی شخص نے اپنی بیماری کی حالت میں کسی عورت سے نکاح کیا تو اس سلسلہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟ حضرت امام مالکؒ نے اس سوال کے جواب میں فرمایا کہ اس شخص کا نکاح باقی نہیں رکھا جائے گا اور اس عورت کو اس کی میراث نہیں ملے گی، صرف دخول کی صورت میں ایک تہائی ترکہ کی حد تک اس عورت کو مہر کی رقم دیجائے گی[1]

علامہ ابن قدامہ حنبلیؒ نے مسلک جمہور کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"نکاح کا حکم صحت و مرض کی حالت میں یکساں ہے جمہور کا مسلک یہ ہے کہ دونوں حالتوں میں کیا جانے والا نکاح جائز قرار پائے گا اور زوجین میں سے ہر ایک دوسرے کی میراث کے حقدار ہوں گے، حضرت امام ابوحنیفہؒ اور حضرت امام شافعیؒ کی یہی رائے ہے، حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر نکاح کرتے وقت میاں بیوی میں سے کوئی ایک ایسی بیماری میں مبتلا ہو جس میں موت کا ظن غالب ہو تو ایسی صورت میں نکاح فاسد ہوگا اور ان دونوں میں میراث جاری نہیں ہوگی، البتہ دخول کی صورت میں عورت اس کے مال میں سے ایک تہائی کی حد تک مہر پانے کے حقدار ہوگی[2]

ابن ھبیرہ شافعی نے الافصاح میں تحریر کیا ہے:

"مرض الموت میں کیا جانے والا نکاح درست ہوگا یا نہیں؟ اس سلسلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے، حضرت امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل کے نزدیک نکاح درست ہے، حضرت امام مالکؒ کے نزدیک ایسی بیماری جس میں موت کا ظن غالب ہو نکاح کرنا جائز نہیں ہے، دخول پایا گیا یا نہیں ہر دو صورت میں اس نکاح کو فسخ کرنا ضروری ہوگا، اور یہ فسخ نکاح طلاق کے حکم میں ہوگا، اگر وہ شخص بیماری سے شفایاب ہوگیا تو وہ نکاح صحیح قرار پائے گا یا اسے فسخ کرنا ضروری ہوگا، اس میں مالکیہ سے دو روایتیں ہیں[3]

---

[1] المدونۃ ۳۷/۴ [2] المغنی لابن قدامۃ حنبلی ۳۶۹/۶ [3] الافصاح ۲/۲۹۸۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۲-۳ــــ مرض الموت میں مہر مثل یا اس سے زیادہ مہر پر نکاح کیا گیا:

پہلی صورت جبکہ مہر مثل پر نکاح کیا گیا تو اس مریض کے ورثہ یا کسی بھی شخص کو اس پر اعتراض یا نکیر کا حق حاصل نہیں ہوگا، اس لیے کہ مریض کی طرف سے ایسا تصرف پایا گیا جس کا وہ شرعاً مجاز ہے، ہر آدمی کو یہ حق ہے کہ اپنے ورثہ اور اصحاب دیون کو ضرر پہنچائے بغیر جیسے چاہے اپنے مال میں تصرف کرے۔

البتہ اگر مہر مثل سے زیادہ پر نکاح کیا گیا تو حنفیہ کے نزدیک نکاح جائز ہوگا اور مہر مثل سے زیادہ متعین کیا جانے والا مہر باطل قرار پائے گا، البتہ اگر اس کے ورثہ اس زیادتی کی اجازت دیدیں تو پھر وہ بھی درست قرار پائے گا۔[۱]

شافعیہ کا بھی یہی مسلک ہے، چنانچہ حضرت امام محمد بن ادریس شافعی نے "الام" میں تحریر فرمایا ہے:

> "مریض کیلئے ان تمام عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے جن سے نکاح کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے حلال قرار دیا ہے، پس ان میں سے جس عورت کا بھی مہر مہر مثل سے زیادہ رکھا تو زیادتی "محاباۃ" کے حکم میں ہو کر باطل ہوگی، پھر اگر وہ اپنی مدت سے پہلے اس مرض سے صحتیاب ہو گیا تو اس کے لیے مہر مسمیٰ پورے مال میں سے واجب ہوگا اور اگر صحتیابی سے قبل ہی مرگیا تو مہر مثل سے زیادہ مقرر کی گئی مقدار باطل ہوگی، نکاح درست رہے گا اور اسکی بیوی کو میراث ملے گی۔"[۱]

حنابلہ کی بھی یہی رائے ہے۔[۲]

۴ــــ مریض کے نکاح کی صورت میں جمہور علماء کے نزدیک زوجین کے مابین میراث کے جاری ہونے میں دخول اور عدم دخول سے کوئی فرق نہیں پڑے گا، دخول سے پہلے شوہر کی وفات کی صورت میں بھی عورت میراث کی حقدار ہوگی، مالکیہ کے نزدیک مرض الموت میں نکاح باطل ہے، اس لیے عدم دخول کی صورت میں عورت میراث سے کلیۃً محروم قرار پائے گی البتہ دخول کی صورت میں ایک

---

[۱] الام ۴/۳۱ [۲] الانصاف ۷/۱۷۷۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تہائی ترکہ سے مہر پانے کی حقدار ہوگی لے

۴ــــ خلع

ازدواجی زندگی کی دشواری اور مشکلات کو حل کرنے کا ایک ذریعہ خلع بھی ہے جس میں عورت اپنے مہر کے عوض شوہر سے چھٹکارا حاصل کرتی ہے، خلع جیسے ایک تندرست عورت کر سکتی ہے، اسی طرح حالت بیماری میں بھی عورت کو خلع کا حق حاصل ہوتا ہے، خلع چاہے مرض کی حالت میں کیا جائے یا صحت کی حالت میں ہر دو صورت میں درست قرار پائے گا۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے لکھا ہے:

"خلع حالت مرض میں درست ہے چاہے بیوی مریض ہو یا شوہر یا دونوں مریض ہوں اس لیے کہ خلع بیع ہی کی طرح حالت مرض میں کیا جانے والا مالی معاملہ ہے اس کے جواز میں کسی کا اختلاف نہیں ہے ٢ے"

حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک بھی حالت مرض میں خلع جائز ہے ٣ے

مالکیہ کے نزدیک مریضہ کے لیے اپنے تمام مال کے عوض خلع جائز نہیں ہے، اور ایسی صورت میں عورت اپنے شوہر کے ترکہ کی حقدار بھی نہیں ہوگی البتہ اپنے ترکہ یا اس سے کم مقدار مال کے عوض خلع درست ہوگا مگر اس صورت میں بھی عورت اپنے شوہر کے ترکہ کی حقدار نہیں ہوگی ٤ے

حالت مرض میں خلع کی حسب ذیل صورتیں ہوں گی:

(۱) مریضہ نے مہر مثل یا اس سے کم مال کے عوض خلع کیا۔

(۲) مریضہ نے مہر مثل سے زیادہ پر خلع کیا۔

(۳) خلع کی صورت میں عورت میراث کی حقدار ہوگی یا نہیں؟

۱ــــ مہر مثل یا اس سے کم مقدار پر خلع کیا گیا:

اگر مریضہ نے اپنے مہر مثل کے عوض خلع کیا تو ایسی صورت میں حنفیہ کے نزدیک یہ دیکھا جائے گا کہ مریضہ کے ترکہ، بدل خلع اور ایک تہائی ترکہ میں سے کم مقدار کس کی ہے، ان تینوں میں سے جسکی مقدار

لے المدونہ ۶/۳۷ ٢ے المغنی ۷/۲۸۸ ٣ے الام ۵/۱۸۲ ٤ے المدونہ ۵/۳۴

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کم ہوگی اسی کا اعتبار کیا جائے گا اور وہی چیز عورت کے مال میں واجب ہوگی، فقہ حنفی کی معروف کتاب "جامع الفصولین" میں ہے :

"کسی مریضہ نے اپنے شوہر سے خلع کا معاملہ کیا اپنے مہر کے عوض میں پھر اس کی موت ہوگئی تو یہ دیکھا جائے گا کہ عورت کے متروکہ مال، بدل خلع اور ایک تہائی ترکہ میں سے کم مقدار کس کی بنتی ہے جس کی مقدار کم ہوگی وہی چیز واجب ہوگی،

اگر کسی تندرست عورت نے اپنے مریض شوہر سے خلع کا معاملہ کیا تو ایسی صورت میں خلع درست ہوگا، اور بدل خلع جو مقرر کیا گیا وہ واجب ہوگا چاہے اس کی مقدار کم ہو یا زیادہ اور ایسی صورت میں ان دونوں کے مابین وراثت جاری نہیں ہوگی چاہے عورت کی عدت میں یا عدت گزرنے کے بعد شوہر کا انتقال ہوا ہو" [۱]

شافعیہ کے نزدیک مریضہ کا خلع جائز ہے چاہے بدل خلع مہر مثل کے بقدر متعین کرے یا اس سے کم، اور چاہے عورت مریضہ ہو اور شوہر تندرست، یا شوہر بھی مریض ہو ہر صورت میں خلع درست ہوگا۔ "کتاب الام" میں ہے :

" وان خالعته بمهر مثلها او اقل فالخلع جائز " [۲]

حنابلہ کے نزدیک مریضہ کا خلع اگر شوہر کو اس کی طرف سے ملنے والی میراث یا اس سے کم مقدار کے عوض ہو تو درست قرار پائے گا اور حق رجوع حاصل نہیں ہوگا، ابن قدامہ حنبلی نے المغنی میں تحریر کیا ہے :

" ثم اذا خالعته المريضة بميراثه منها فمادونه صح ولا رجوع " [۳]

"پھر اگر مریضہ نے شوہر کو اس کی طرف سے ملنے والے ترکہ یا اس سے کم مقدار کے عوض خلع کیا تو درست ہوگا اور رجوع کا حق حاصل نہیں ہوگا"۔

۲ـــــــ مہر مثل سے زیادہ پر خلع کیا گیا :

اگر عورت نے حالت صحت میں اپنے مریض شوہر سے خلع کیا تو حنفیہ کے نزدیک خلع مقرر کیے گیے بدل خلع کے عوض درست قرار پائے گا چاہے بدل خلع زیادہ ہو یا کم، خلع کے بعد ان دونوں

---

[۱] جامع الفصولین ۲/۲۳۷ [۲] کتاب الام ۵/۱۸۲ [۳] المغنی ۷/۲۸۸۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں وراثت جاری نہیں ہوگی چاہے شوہر کا وصال عورت کی عدت کے دوران ہو یا عدت گزرنے کے بعد، "جامع الفصولین" میں ہے:

"فلو اختلعت صحيحة والزوج مريض فالخلع جائز بالمسمّٰى قل او كثر ولا ارث بينهما مات في العدة او بعدها."[1]

"پس اگر کسی عورت نے حالت صحت میں اپنے مریض شوہر سے خلع کیا تو یہ خلع بدل مسمّٰی کے عوض درست قرار پائے گا چاہے بدل خلع زیادہ ہو یا کم، اور ان دونوں کے درمیان وراثت جاری نہیں ہوگی چاہے عورت کی عدت میں شوہر کا وصال ہوا ہو یا عدت کے بعد۔"

لیکن اگر کسی مریضہ نے اپنے شوہر سے خلع کیا اور بدل خلع مہر مثل سے زیادہ مقرر کیا گیا تو ایسی صورت میں یہ دیکھا جائے گا کہ عورت کا انتقال اس کی عدت میں ہوا ہے یا عدت گذر جانے کے بعد، اگر عدت ہی کے دوران اس کا انتقال ہو جائے تو ایسی صورت میں دیکھا جائے گا کہ یہ شخص اس عورت سے کتنی میراث کا حقدار ہوگا، بقدر میراث ہی اسے بدل خلع کا استحقاق حاصل ہوگا، ایک تہائی ترکہ کا لحاظ نہیں کیا جائے گا اور اگر عدت گذر جانے کے بعد عورت کا انتقال ہو تو ایسی صورت میں بدل خلع کی حیثیت وصیت کی ہوگی اور صرف مرحومہ کے ایک تہائی مال متروکہ کی حد تک اسے بدل خلع ملے گا۔[2]

شافعیہ کے نزدیک مہر مثل سے زائد رقم کی ادائیگی صرف مال متروکہ کے ایک تہائی میں ہوگی، اس لیے کہ خلع کے ذریعہ شوہر اجنبی کے حکم میں ہو گیا، لہذا بدل خلع میں مہر مثل سے زائد متعین کی جانے والی رقم وصیت کے حکم میں قرار پائے گی اور وصیت کا نفاذ صرف ایک تہائی مال میں ہوتا ہے۔ امام مزنی نے تحریر کیا ہے:

"فان كانت هي المريضة فخالعته باكثر من مهر مثلها ثم ماتت من مرضها جاز له مهر مثلها وكان الفضل وصية يحاص اهل الوصايا بها في ثلثها."[3]

---

[1] جامع الفصولین ۲/۲۳۷ [2] البحر الرائق ۴/۸۱ [3] المزنی ۴/۶۶ بحوالہ تصرفات المریض مرض الموت ۱۴۱

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"پس اگر عورت مریضہ ہو اور اس نے اپنے مہر مثل سے زیادہ بدل خلع کے عوض اپنے شوہر سے خلع کیا پھر اسی بیماری میں اس کا انتقال ہو گیا تو مہر مثل کے عوض خلع جائز قرار پائے گا اور مہر مثل سے زیادہ مقرر کی گئی چیز وصیت کے حکم میں ہو گی جس کا حکم یہ ہے کہ اہل وصایا اس کے ایک تہائی ترکہ میں حصہ پائیں گے"۔

حنابلہ کے نزدیک مہر مثل سے زیادہ پر خلع کرنے کی صورت میں صرف مہر مثل پر خلع درست قرار پائے گا، اور اضافی رقم "محاباۃ" کے حکم میں ہو گی، اور شوہر کو بدل خلع اور ملنے والی میراث میں سے جسکی مقدار کم ہو گی، وہی چیز ملے گی۔ المغنی لابن قدامہ حنبلی میں ہے:

"اگر کسی مریضہ نے اپنے مہر مثل سے زیادہ کے عوض خلع کیا تو امام احمد بن حنبل کا مذہب یہ ہے کہ اس عورت کے ورثہ کو اس کا حق حاصل ہو گا کہ اسے حق ترکہ سے زیادہ نہ دے، شوہر کو بدل خلع اور حق ترکہ میں سے جو کم ہو گا وہی ملے گا"۔[۱]

مالکیہ کے نزدیک صرف عورت کیلئے یہ جائز ہے کہ شوہر کے حق ترکہ یا اس سے کم کے عوض خلع کرے اس سے زیادہ عوض مقرر کرنے کی صورت میں خلع ہی درست نہیں ہو گا، ابن القاسم مالکی نے ذکر کیا ہے کہ

"إن كان صالحها على أكثر من ميراثه منها فان ذالك غير جائز إما على مثل ميراثه او اقل فجائز"۔[۲]

"اگر کسی مرد نے اپنی بیوی سے اس کی طرف سے ملنے والے حق ترکہ سے زیادہ کے عوض مصالحت کر لی تو یہ مصالحت درست نہیں ہو گی البتہ حق ترکہ یا اس سے کم کے عوض خلع درست قرار پائے گا۔

۳۔۔۔۔۔ خلع کی صورت میں عورت میراث کی حقدار ہو گی یا نہیں؟

مریضہ کے خلع کے ذیل میں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مختلعہ (خلع کرنے والی عورت) اپنے شوہر کے ترکہ کی حقدار ہو گی یا نہیں؟ یعنی اسے اپنے شوہر کی وراثت سے حق شوہری ملے گا یا نہیں، حنفیہ کا مسلک اس سلسلہ میں یہ ہے کہ اگر عورت نے اپنے شوہر کی بیماری میں خلع کیا تو وہ عورت وراثت

---

[۱] المغنی لابن قدامہ حنبلی ۷/۲۸۸ [۲] المدونۃ ۵/۳۴۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے محروم قرار پائے گی، اس لیے کہ اس نے اپنی رضامندی سے شوہر سے علیحدگی کا مطالبہ کیا اور اپنی خوشی سے اس پر رضامند ہوئی، شوہر نے اسے اپنی زوجیت سے نکالنے کا ارادہ نہیں کیا کہ اسے فار قرار دیا جائے،

مبسوط سرخسی میں ہے:

"اگر کسی عورت نے اپنے شوہر کی بیماری میں اس سے خلع کیا یا اس کے شوہر نے اسے حق طلاق تفویض کردیا اور اس نے اپنے حق کا استعمال کرتے ہوئے اپنے نفس پر طلاق واقع کرلی تو اسے اپنے شوہر کی میراث میں سے حصہ نہیں ملے گا اس لیے کہ جدائی اس کی طرف سے پائی گئی یا تو بدل خلع کے قبول کرنے کی وجہ سے یا اپنے نفس پر طلاق واقع کرنے کی وجہ سے"[1]

فتح القدیر میں ہے:

"او اختلعت منه ثم مات وهی فی العدة لم ترثه"[2]

حضرتؒ امام شافعی کے نزدیک بھی خلع کی صورت میں دونوں فریق کے درمیان وراثت جاری نہیں ہوگی، چاہے مریض شوہر سے خلع کیا گیا ہو یا صحت مند شوہر سے، اسی طرح عورت کی موت کی صورت میں شوہر بھی وراثت کا حقدار نہیں ہوگا۔

"کتاب الام" میں ہے:

"مختلعہ اپنے شوہر کی میراث کی حقدار نہیں ہوگی، چاہے اس نے اپنے مریض شوہر سے خلع کیا ہو یا تندرست شوہر سے، اور نہ شوہر اس عورت کی میراث کا حقدار ہوگا"[3]

مالکیہ کے نزدیک اگر کسی عورت نے اپنے شوہر سے اس کے مرض الموت میں خلع کیا اور اسی مرض میں شوہر کا انتقال ہوگیا تو اسے شوہر کے ترکہ میں سے حق شوہری ملے گا۔ المدونہ میں ہے:

"اس سلسلہ میں آپ کی کیا رائے ہے کہ اگر کسی عورتؒ نے اپنے شوہر سے اس کی بیماری کی حالت میں خلع کیا اور اس شوہر کا اسی بیماری میں انتقال ہوگیا تو امام مالکؒ کے قول کے مطابق اسے وراثت ملے گی یا نہیں؟ اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ: امام مالکؒ کے نزدیک وہ عورت وراثت کے حقدار ہوگی"[4]

---

[1] المبسوط للسرخسی ۱۶۰/۶ [2] فتح القدیر ۱۵۲/۳ [3] الام ۱۸۲/۵ [4] المدونہ ۳۳/۵ -

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

البتہ اگر مریضہ نے اپنے پورے مال کے عوض شوہر سے خلع کیا تو یہ خلع مالکی مذہب کی رو سے جائز نہیں ہوگا اور وہ عورت اپنے شوہر کی میراث کی حقدار نہیں ہوگی، ابن القاسم مالکی کے نزدیک مریضہ کے خلع کی صورت میں فریقین میں سے کسی کو بھی وراثت نہیں ملے گی۔[1]

۵۔ ہبہ ہبہ کے لفظی معنیٰ دینے کے ہیں اور اصطلاح شریعت میں بغیر کسی معاوضہ کے اپنی کسی چیز یا مال کو دوسرے کی ملکیت میں دینے کا نام ہبہ ہے، المجلہ میں ہے:

"الهبة هي تمليك مال لآخر بلا عوض"[2]

حالت مرض میں ہبہ کی حسب ذیل صورتیں نکلتی ہیں:

(۱) ہبہ کسی اجنبی شخص کو کیا گیا یا اپنے کسی وارث کو۔

(۲) ہبہ کرنے والے کا کوئی وارث ہے یا نہیں؟

(۳) ہبہ کرنے والا مقروض ہے یا نہیں اگر مقروض ہے تو اس کا دین پورے ترکہ کو حاوی ہے یا نہیں؟

(۴) واہب کی ہبہ پر قبضہ کیے جانے سے پہلے موت ہوگئی یا قبضہ کے بعد موت ہوگئی۔

۱۔ اجنبی کو ہبہ کرنے کا حکم!

اگر مریض نے کسی اجنبی شخص کو اپنا کوئی مال یا جائداد بطور ہبہ دیدیا تو ہبہ پورے مال میں معتبر ہوگا یا صرف اس کے ایک تہائی ترکہ میں ہبہ معتبر ہوگا، اس سلسلہ میں جمہور فقہاء کی رائے یہ ہے کہ ہبہ صرف ایک تہائی مال کی حد تک معتبر ہوگا، فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

"مریض کا ہبہ اور صدقہ صرف اسی صورت میں جائز ہوگا جب اس پر قبضہ کرلیا جائے قبضہ کے بعد صرف ایک تہائی مال کی حد تک ہبہ اور صدقہ درست ہوگا، اگر مال موہوب کی حوالگی سے پہلے واہب کا انتقال ہوجائے تو ہبہ باطل ہوجائے گا، یہ جاننا ضروری ہے کہ مریض کا ہبہ حقیقۃً ہبہ کا معاملہ ہے اور صرف ایک تہائی ترکہ کی حد تک ہی اس کا اعتبار اس وجہ سے کیا گیا کہ ہبہ حکمی اور معنوی اعتبار سے وصیت کے درجہ میں ہے اس لیے کہ

---

[1] المدونہ ۳۳/۵ [2] المجلہ /۱۳۳۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حق ورثہ مریض کے مال سے متعلق ہوجاتا ہے، حالت مرض میں ہبہ کی صورت میں مریض تبرع کرتا ہے لہذا یہ تبرع صرف اسی حد تک درست ہوگا جس کی شریعت کی طرف سے اجازت دی گئی ہے، اور یہ اجازت صرف ایک تہائی مال کی حد تک دی گئی ہے،، [1]

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے تحریر کیا ہے:

" تبرعاتِ منجزہ جیسے غلام کو آزاد کرنا، محاباۃ، ہبہ جس پر قبضہ کرلیا جائے، صدقہ، وقف دین کی معافی، جیسے جنایت کی معافی جو موجب مال ہو، جب یہ چیزیں حالتِ صحت میں کی جائیں تو پورے مال میں ان چیزوں کا اعتبار کیا جائے گا اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، اور اگر یہ چیزیں ایسے مرض میں انسان سے صادر ہوں جس میں موت کا غلبۂ ظن ہوتا ہے اور اس مرض میں موت بھی واقع ہوجائے تو جمہور علماء کے نزدیک صرف ایک تہائی مال میں ان چیزوں کا اعتبار کیا جائے گا، اور شرعاً ان کا نفاذ ہوگا،، [2]

۲ ـــــ وارث کو ہبہ کرنے کا حکم:

وارث سے مراد وہ شخص ہے جو مورث کی موت کے وقت اس کا وارث قرار پائے، اس لیے کہ وراثت کا تحقق مورث کی موت کے بعد ہی ہوتا ہے، اگر مورث کا صرف ایک ہی وارث ہو اور اس نے حالت مرض میں اپنے وارث کو پورا مال اور ترکہ بطور ہبہ دیدیا تو ایسی صورت میں اس کا ہبہ جائز و درست قرار پائے گا، اس لیے کہ مورث کی وفات کے بعد وہی اس کے پورے ترکہ کا حقدار قرار پائے گا۔

مجلّہ میں ہے:

" ایسا مریض جس کا صرف ایک ہی وارث ہو اگر اس نے حالتِ مرض میں اپنا سارا مال بطور ہبہ اس وارث کو دیدیا اور اس کے حوالہ کردیا تو ہبہ درست قرار پائے گا اور اس کی وفات کے بعد بیت المال کے نگراں کو اس کے ترکہ میں مداخلت کا حق حاصل نہیں ہوگا،، [3]

البتہ اگر ایک سے زیادہ کسی کے وارث ہوں اور اس صورت میں مریض نے مرض الموت میں

---

[1] الفتاوی الهندیه ۴/۴۰۰ [2] شرح المجلة - المادة ۸۷۷/۴۸۳ [3] ایضاً ۸۷۹/۴۸۳ -

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک یا چند وارثوں کو بطور ہبہ کچھ دیدیا تو یہ ہبہ وصیت کے حکم میں ہوگا مورث کی وفات کے بعد اگر سارے ورثہ اس کی اجازت دیدیں تو ہبہ صحیح اور نافذ ہو جائے گا، اور اگر ورثہ اجازت نہ دیں تو ہبہ درست نہیں ہوگا، مجلہ میں ہے :

"إذا وهب واحد فى مرض موته شيئًا لأحد ورثته وبعد وفاته لم يجز سائر الورثة لاتصح تلك الهبة" [1]

"جب کسی شخص نے مرض الموت میں اپنے ورثہ میں سے کسی شخص کو کوئی چیز ہبہ کے طور پر دیدی اور اس کی وفات کے بعد سارے ورثہ نے اجازت نہیں دی تو یہ ہبہ درست نہیں ہوگا"

۳ــــ ایسے شخص کے ہبہ کا حکم جس کا کوئی وارث نہ ہو :

ایسا مریض جس کا شرعی اعتبار سے کوئی وارث نہ ہو اگر وہ مرض الموت میں اپنا مال کسی شخص کو بطور ہبہ دیدے تو ہبہ اس کے پورے مال میں درست اور نافذ ہوگا، اگر وہ کسی شخص کو اپنی ساری دولت ہبہ کردے اور اس کے حوالہ کردے تو ہبہ درست قرار پائے گا، حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک بیت المال کو حق اعتراض حاصل نہیں ہوگا، مجلہ میں ہے :

"اگر ایسے شخص نے جس کا کوئی وارث نہ ہو اپنا سارا مال اپنے مرض الموت میں کسی کو ہبہ کے طور پر دیدے اور اس کے سپرد کردے تو ہبہ درست ہوگا اور اس کی وفات کے بعد بیت المال کے نگراں کو اس کے ترکہ میں مداخلت کا حق حاصل نہیں ہوگا" [2]

اسی طرح اگر مرض الموت میں شوہر نے اپنی ساری جائداد اپنی بیوی کو ہبہ کے طور پر دیدیا اور بیوی کے علاوہ اس کا کوئی وارث نہ ہو یا بیوی نے مرض الموت میں اپنی ساری جائداد اپنے شوہر کو ہبہ کردیا اور شوہر کے علاوہ اس کا کوئی وارث نہ ہو تو ان دونوں صورتوں میں ہبہ درست قرار پائے گا، مجلہ میں ہے :

"اگر مرض الموت میں زوجین میں سے کسی شخص نے اپنی ساری جائداد اپنے ساتھی کو ہبہ

---

[1] شرح المجلة المادة ۸۷۹/۴۸۳ [2] شرح المجلة المادة ۸۷۷/۴۸۱-

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے طور پر دیدی اور اس کے علاوہ اس کا کوئی وارث نہ ہو تو یہ ہبہ درست قرار پائے گا اور اس کی وفات کے بعد بیت المال کے نگراں کو اس کے ترکہ میں مداخلت کا حق حاصل نہیں ہوگا"[۱]

۴۔۔۔۔ واہب کا مقروض ہونا :

اگر مریض نے مرض الموت میں اپنا مال کسی شخص کو ہبہ کے طور پر دیدیا اور اس کے ذمہ کسی کا قرض نہیں ہے تو اس کے ہبہ کی تفصیل اوپر گزر چکی، اگر واہب مقروض ہو اور اس کا قرض پورے ترکہ کو محیط ہو تو ایسی صورت میں مرض الموت میں کیا جانے والا ہبہ درست نہیں ہوگا، اس لیے کہ ہبہ کے جواز ونفاذ کی صورت میں اصحاب دیون کا نقصان ہے، مجلّہ میں ہے :

"ایسا شخص جس کا سارا ترکہ قرض کو گھیرے ہوئے ہو اگر اس نے اپنا مال اپنے وارث یا کسی اجنبی کو ہبہ کے طور پر دیدیا اور مال کو اس کے حوالہ کر دیا پھر اس کی موت ہو گئی تو اصحاب دیون کو ہبہ کے باطل کرنے اور اس کے اموال کو غرماء کے بٹوارے میں شامل کرنے کا حق حاصل ہوگا"[۲]

۵۔۔۔۔ مال موہوب پر واہب کی زندگی میں قبضہ ضروری ہے :

اگر موہوب لہ نے واہب کی زندگی ہی میں مال پر قبضہ کرلیا تو حنفیہ کے نزدیک ہبہ نافذ ہوجائے گا فتاویٰ ہندیہ میں ہے :

مریض کی طرف سے ہبہ اور صدقہ صرف اسی صورت میں درست قرار پاتا ہے جب اس پر قبضہ کرلیا جائے، پس اگر اس پر قبضہ کرلیا گیا تو ایک تہائی ترکہ میں ہبہ اور وصیت درست قرار پائے گی، اس لیے کہ مرض الموت میں ورثہ کا حق مریض کے مال سے متعلق ہوجاتا ہے ہبہ کے ذریعہ مریض کی طرف سے تبرع کی اجازت صرف اس حد تک درست ہوگی جس کی اسلام نے اسے اجازت دی ہے اور یہ اجازت صرف ایک تہائی مال کی حد تک دی گئی ہے، اور جب یہ تصرف ہبہ کا معاملہ ہے تو اس کے جواز کیلئے شرائط ہبہ کا پایا جانا ضروری ہوگا، اور شرائط ہبہ میں سے ایک شرط یہ ہے کہ واہب کی موت سے

---

[۱] شرح المجلۃ للمادۃ ۸۷۸/۴۸۳ [۲] حوالہ بالا /۴۸۴

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پہلے موہوب بہ پر قبضہ کا تحقق ہو جائے ،،[1]

المدونۃ میں ہے :

"اگر قبضہ سے پہلے واہب کی وفات ہو جائے تو ہبہ باطل قرار پائے گا، اس لیے کہ ہبہ ان کے نزدیک ان معاملات کے قبیل سے ہے جو موت کی صورت میں باطل ہو جاتے ہیں"[2]

۶۔ کفالہ

کفالت کے لغوی معنیٰ ملانے اور چمٹانے کے ہیں اور اصطلاحِ فقہ میں کسی شخص کے ذمہ واجب مال کی ادائے گی یا قرض کی ادائے گی یا کسی شخص کے وقت پر حاضر کر دینے کی ذمہ داری لینے کو "کفالت" سے موسوم کیا جاتا ہے، عقد کفالہ مرض الموت میں بھی درست ہے، اور مرض الموت میں کیا جانے والا عقدِ کفالہ دینِ اصلی کے حکم میں ہوگا، اس لیے اگر مریض نے اپنے وارث کے دین کی ادائے گی یا اس کے مطالبہ کی کفالت لی تو یہ کفالت نافذ نہیں ہوگی اور اگر کسی اجنبی کی کفالت لی تو ایک تہائی مال کی حد تک کفالت کا معاملہ درست قرار پائے گا، المجلّہ میں ہے :

"اور اس باب میں کفالت بالمال دین اصلی کے حکم میں ہے، بنا بریں اگر کسی شخص نے مرض الموت میں اپنے وارث کے دین کی ادائے گی یا اس کے مطالبہ کی کفالت لے لی تو کفالت نافذ نہیں ہوگی اور اگر کسی اجنبی کی کفالت لے لی تو ایک تہائی ترکہ کی حد تک کفالت کا معاملہ درست قرار پائے گا"[3]

حنابلہ کا بھی یہی مسلک ہے کہ مرض الموت میں کفالت درست ہے۔ ابن قدامہ حنبلی نے تحریر کیا ہے :

"اگر مرض الموت ایسا ہو جس میں موت کا ظن غالب ہو تو مریض کا ضمان اس کے تبرع کے حکم میں ہوگا اور ایک تہائی ترکہ میں اس کا اعتبار کیا جائے گا، اس لیے کہ یہ ایسے مال کو تبرعاً اپنے ذمہ لازم کرنا ہے جو لازم نہیں تھا اور اس کا اس نے عوض بھی نہیں لیا لہٰذا یہ ہبہ کے مشابہ قرار پائے گا" مالکیہ کی بھی یہی رائے ہے ،

(جاری ہے)

---

[1] الفتاوی الہندیہ ۴/۴۰۰، [2] المدونۃ ۵/۱۲۵، [3] شرح المجلۃ - المادۃ ۱۶۰۵/۹۰۰ -

© rasailojaraid.com